بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

مسلسل فرقہ وارانہ فسادات کا پانی جب سر سے اونچا ہوگیا تو اب ان لوگوں نے بھی انگڑائی لی ہے جو گرانخوابی کے بادۂ دوشینہ سے سرشار تھے اور جن کی بارگاہِ راحت طلبی میں نالۂ مرغِ بسمل کو بھی بک گونہ "اعتبارِ نغمہ" حاصل تھا۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں ایک طرف پارلیمنٹ میں ان فسادات کا چرچا ہے، وزیر اعظم اور وزیر داخلہ بعض فساد زدہ مقامات کا بنفسِ نفیس دورہ کرنے کے بعد اس صورتِ حال کو ملک کے لئے حد درجہ خطرناک قرار دے رہے ہیں اور دوسری جانب کانگریس ورکنگ کمیٹی نے اس پر گہرے رنج و ملال اور عمیق اضطراب و تشویش کا اظہار کر کے اصلاحِ حال کے لئے گورنمنٹ کے سامنے چند تجاویز رکھی ہیں، ابھی پچھلے دنوں نئی دہلی میں ممبرانِ پارلیمنٹ کی طرف سے فرقہ پرستی پر ایک دو روزہ سیمینار بھی ہوا تھا جس میں وزیر اعظم اور کابینہ کے بعض ممبروں کے علاوہ کانگریس اور بعض دوسری جماعتوں کے زعما نے بڑی اچھی اور پر زور تقریریں کیں، سنا ہے وزیر داخلہ نے ریاستوں کو مفسدہ انگیزوں کی نگرانی اور مجرموں کو سزا دینے کے سلسلے میں ہدایات بھی بھیجی ہیں اور ابھی چند روز کے بعد ریاستوں کے وزرائے داخلہ اور وزرائے اعظموں کا ایک اجتماع بھی اس موضوع پر گفتگو کر کے ایک متفقہ پالیسی بنانے کی غرض سے ہو رہا ہے۔ غرضکہ فسادات کے باعث اس وقت ملک کے باشعور حلقوں میں کافی سرگرمی اور ان کو ختم کرنے کا ایک جذبہ پایا جاتا ہے اور ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ اس سلسلہ میں نراد چودھری اور چنچل سرکار نے اپنے مضامین میں خصوصاً اور دوسرے ہندو دوستوں نے اپنے مضامین یا خطوط میں عموماً انگریزی یا اردو اخبارات و رسائل میں جن گرانقدر خیالات اور جذبات و احساسات کا نہایت صفائی اور جرأت کے ساتھ اظہار کیا ہے وہ بہت امید افزا اور حوصلہ بخش ہے اور ان کو ملک کے مستقبل کیلئے یک گونہ فالِ نیک کہا جا سکتا ہے لیکن گذشتہ دور بست و دو سالہ کے پیشِ نظر جہاں تک حکومت اور کانگریس کے وعدہ وعید اور عزم و ارادہ کا تعلق ہے ملک کے فتنہ پرداز عناصر غالب کے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں۔

ہے کیا جو کس کے باندھئے میری بلا ڈرے کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کو میں!!!

آج جو کچھ کہا یا سوچا جا رہا ہے اس میں وہ کونسی نئی بات ہے جس کو مسلمان گذشتہ بیس برس کے اندر بار بار اور بڑی قوت کے ساتھ نہیں کہتے چلے آئے ہیں' یہ فسادات کون لوگ کراتے ہیں؟ کس طرح کراتے ہیں؟ ان کی ابتدا یا انتہا کیا ہوتی ہے؟ پھر اُن کا انسداد کس طرح اور کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ اور اسی طرح کے دوسرے سوالات ہیں جن کا نہایت صاف اور واضح اور مدلّل جواب مسلمان اور انصاف پسند ہندو ہمیشہ دیتے رہے ہیں اور حکومت نے ان کی معقولیت کو تسلیم کیا ہے لیکن نتیجہ! وہ آج ہر شخص کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اقوام و افراد کا تجربہ روز نہیں ہوتا۔ ایک جماعت کا کردار یا کیرکٹر معلوم کرنے کے لئے بیس بائیس برس کی مُدّت بہت کافی ہوتی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس جماعت کو مزید آزمانے کا ارمان کرتا ہے تو اس کی مثال اس بزدل انسان کی سی ہے جو اپنے منہ پر طمانچہ بار بار کھائے جاتا تھا اور مارنے والے سے بلند کر ہر بار یہی کہتا تھا کہ "اب کے تو مار" دنیا میں بزدل اور بہادر ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے انہیں ایسا بزدل نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اصدق الناس قولاً کا ارشاد گرامی ہے المومن لا یلدغ من جحر واحد مرتین۔ مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ ایک بھٹ سے دو مرتبہ ڈسا جائے۔

گذشتہ الکشن سے پہلے مرکز اور ریاستوں میں ہر جگہ کانگریس ہی کی حکومت بلا شرکت غیرے تھی اور پورے ملک میں اسے اقتدار اعلیٰ حاصل تھا اس بنا پر اس طویل مدت میں اگر وہ چاہتی تو کیا کچھ نہیں کر سکتی تھی! مسلمان کہتے اور چیختے رہے کہ اسکولوں میں نصاب ... کے ذریعہ بچوں اور بچیوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ پیدا کر کے اُن کی تربیت فرقہ پرستی اور فسطائیت کی راہ پر کی جا رہی ہے۔ تقریروں اور تحریروں میں مسلمانوں کی روایات اور تاریخ پر حملے کر کے عوام کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ ایک نیم فوجی تنظیم کے ذریعہ حرب و ضرب کی ٹریننگ دی جا رہی ہے لیکن اس چیخ و پکار کا کوئی اثر نہیں ہوا اور فسطائیت کا زہر برابر پھیلتا رہا۔ آخر آج جب کل کے بچے فرقہ پرستی کی مسموم ذہنیت کے ساتھ جوان ہو گئے اور پبلک اور ایڈمنسٹریشن میں انھیں کا عمل دخل ہو گیا تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلے جو زہر قوم کے تحت الشعور میں تھا وہ اُبھر کر اب شعور میں آ گیا ہے اور جو ذہنیت خال خال تھی وہ اب عام اور ہمہ گیر ہو گئی ہے۔

یہ سب اسی صورت حال کا اثر ہے کہ کانگریس اور حکومت میں بھی فرقہ پرستی کے استیصال کا جذبہ پایا جاتا ہے لیکن اس مرض مزمن و مہلک کا استیصال اس وقت تک ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک اس معاملہ میں گاندھی جی کی طرح دل روشن اور دماغ بالکل صاف نہو، یعنی ملک میں مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم اور ناانصافی کا برتاؤ ہو رہا ہے اور جس کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے جب تک کانگریس اور حکومت کا ہر فرد اس کا درد و کرب اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس نہیں کرے گا اور خود اس کے اندر احساس جرم پیدا نہیں ہوگا اُس وقت تک کوئی مؤثر اقدام نہیں ہو سکتا۔ آج حال یہ ہے کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے جلسہ میں فرقہ وارانہ فسادات کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا تو اُس کی بنیادی وجہ یہ قرار دی گئی کہ "گذشتہ الکشن میں مسلمانوں نے کانگریس کو سپورٹ نہیں کیا گویا اگر مسلمان سپورٹ کرتے اور پھر بھی فسادات ہوتے تو حکومت یا کانگریس کو اس پر توجہ فرمانے کی ضرورت نہیں تھی (اور حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ انتخاب تک یہی ہوتا آیا بھی ہے)

اس کے برخلاف گاندھی جی کا ذہن یہ تھا کہ کانگریس کی حکومت اور ملک کی آزادی دونوں لازم و ملزوم یا ایک دوسرے کے مترادف نہیں ہیں۔ اور مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و مذہب کی حفاظت ہر ہندو کا مقدس فریضہ ہے اس بنا پر اگر اس فرض کی تکمیل کی راہ میں کانگریس بچتی ہے یا فنا ہوتی ہے ہمیں اس سے صرف نظر کر کے اپنا فرض بہرحال انجام دینا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گاندھی جی نے خود جان دیکر اپنے عقیدہ اور تصور پر ہمیشہ کے لئے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ گاندھی جی کو یقین تھا کہ اگر ہم اپنے اس فرض سے غفلت یا بے پروائی برتیں گے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہوگا کہ قدرت اسے کبھی معاف نہیں کریگی۔ گاندھی جی مضبوط عقیدہ، روشن اور بیدار دل و دماغ کے انسان تھے، اس لئے جو بات کہتے تھے یقین سے کہتے تھے اور اس بنا پر ان کے قول و عمل میں ہم آہنگی اور مطابقت پائی جاتی تھی۔ پس حکومت اور کانگریس کے لیڈر ہزار پارلیمنٹ میں بیان دیں، تجویزیں منظور کریں، پبلک میں تقریریں کریں اور بیانات دیں جب تک گاندھی جی کی طرح ان کا ضمیر بیدار اور دماغ صاف اور سیاسی خود غرضی سے بلند و بالا ہو کر خطرہ کا حقیقی اور صحیح احساس نہیں ہے، فرقہ پرستی اور فسطائیت کے زہر کا تریاق ہرگز مہیا نہیں ہو سکتا۔